*International Research Journal of Religious Studies, Vol.:4, Issue: 01,Jan-June, 2024PP: 165-182*

**OPEN ACCESS**
*IRJRS*
*ISSN (Online): 2959-1384*
*ISSN (Print): 2959-2569*
*www.irjrs.com*

# "التلفیق بین المذاہب "کا فقہی جائزہ

# *Jurisprudential Review of "Al-Talfiq Bayn-al -Mazahib"*

*Shakeel Ahmed*
*PhD Scholar, Allama Iqbal Oupen University Islamabad.*
***Email:*** *shakilahmed256.sa@gmail.com*

## Abstract

*The contemporary era, characterized by the rapid evolution of civilization, the diversity of modern problems, and the abundance of new inventions, has significantly influenced various aspects of life, including Islamic jurisprudence. This has led to an increase in modern Shariah issues, necessitating a greater reliance on secondary sources of Islamic jurisprudence, such as Istihsan (juridical preference), Maslahah Mursalah (public interest), and Maqasid al-Shariah (objectives of Shariah). These principles have become more crucial than ever in addressing contemporary issues.One aspect of this broader discourse is Ifta bi madhab al-ghayr (issuing fatwas according to other schools of thought) and al-talfiq (combining elements from different schools of thought). These concepts are not confined to any specific chapter or section of Fiqh; rather, they represent a general and principled discussion that spans various domains, from Fiqh al-Ibaadat (jurisprudence of worship) and Fiqh al-Asra (jurisprudence of family matters) to Fiqh al-Muamalat (jurisprudence of transactions).Among the contemporary topics that have been examined is the integration found in Takaful (Islamic insurance). While there have been numerous attempts to address such issues, this paper highlights the significant contemporary topic of Takaful integration, emphasizing its relevance and application in modern Islamic jurisprudence.*

***KeyWords:*** *Rules of Shari'ah, Talfiq Bayn-al -Mazahib,Zakat, Ushr,Ejtihad,Philosophy Justice,Al-Barr, and Taqwa.*

**موضوع کا تعارف:**

واضح رہے کی تلفیق بین المذاہب کی بحث اصول کی ایک اصولی بحث ہے، اور اس کا تعلق فقہ کے کسی خاص باب یا کسی باب کی کسی فصل سے نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اصولی اور عمومی بحث ہے، اس دور جدید میں تمدن کے ارتقاء، جدید مسائل کے تنوع اور نئی نئی ایجادات کی کثرت نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کو بے حد متاثر کیا ہے، وہاں جدید شرعی مسائل میں بھی ایک معتد بہ اضافہ ہوا ہے، جن کے حل کے لیے فقہ کے ثانوی مصادر، استحسان، استصلاح، مصالح مرسلہ اور فقہ المقاصد وغیرہ کی ضرورت واہمیت پہلے کی بنسبت بہت بڑھ گئی ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی افتاء بمذہب الغیر اور التلفیق بین المذاہب ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اسی "التلفیق بین المذاہب" کا فقہی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

**تلفیق کا لغوی معنی:**

لفق الثوب لفقاو لفق بین الثوبین: دو کپڑوں کو ملا (دوہرا کرکے سینا)۔

لفق الشقتین: دو ٹکڑوں کو ملا کر سینا، اسی مناسبت سے فقہ میں "تلفیق فی المسائل" کی اصطلاح مستعمل ہے۔

التَّلْفِيقُ فِي اللُّغَةِ : الضَّمُّ ، وَهُوَ مَصْدَرُ لَفَّقَ وَمَادَّةُ لَفَّقَ لَهَا فِي اللُّغَةِ أَكْثَرُ مِنْ مَعْنَى ، فَهِيَ تُسْتَعْمَل بِمَعْنَى الضَّمِّ[1].

لغت میں تلفیق کا معنی ملانا ہے اور تلفیق کے مادہ کے لغت میں کئی معانی آتے ہیں جو "ضم" اور ملانے کے معنی میں مستعمل ہیں۔

**اصطلاحی تعریف:** "الموسوعۃ الفقہیۃ میں "التلفیق" بین المذاہب کے عنوان کے تحت مذکور ہے:

الْمُرَادُ بِالتَّلْفِيقِ بَيْنَ الْمَذَاهِبِ أَخْذُ صِحَّةِ الْفِعْل مِنْ مَذْهَبَيْنِ مَعًا بَعْدَ الْحُكْمِ بِبُطْلاَنِهِ عَلَى على كل واحد منهما بمفرده[۲].

"تلفیق بین المذاہب سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی فعل کو کسی ایک مذہب کے مطابق الگ کرکے لیا اور دیکھا جائے تو وہ باطل ٹھہرے، اور اگر وہ دونوں مذاہب کو یکجا کرکے اس فعل کو لیا جائے تو وہ صحیح ٹھہرے"۔

اس کی مثال موسوعہ میں یہ ذکر کی ہے کہ ایک باوضو آدمی نے کسی اجنبی عورت کو بلا کسی حائل کے مس کیا، اور غیر سبیلین سے اس کی نجاست جیسے خون وغیرہ نکل آئی تو اگر اس باوضو شخص کے وضو کو حنفیہ اور شافعیہ کے مذہب کے مطابق الگ کے دیکھا جائے تو اسکا وضو باطل ہے اور ٹوٹ چکا ہے، شافعیہ کے ہاں مس عورت اجنبیہ کی وجہ سے اور احناف کے ہاں خروج نجاست کی وجہ سے، اگر دونوں مذاہب کو یکجا کرکے اس کے وضو کو دیکھا جائے تو اس شخص کا وضو درست ہے، اور ٹوٹا نہیں شافعیہ کے ہاں اس لیے نہیں ٹوٹا کہ ان کے ہاں خروج نجاست ناقص وضو نہیں، اگرچہ مس عورت اجنبیہ ان کے ہاں ناقص وضو ہے اور حنفیہ کے ہاں اس لیے نہیں ٹوٹا کہ ان کے ہاں مس عورت ناقص وضوء نہیں ہے اگرچہ خروج دم ناقص ہے، اور اگر یہ شخص اس وضو سے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز بیک وقت "دو مذہبوں سے تلفیق شدہ ہوگی۔

التلفيق: القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب ، حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحاً في أي مذهب من المذاهب "[۳].

"کسی ایسے کام اور عمل کو سرانجام دینا، جس میں چند مذاہب جمع ہوں یہاں تک کہ کسی مذہب کے مطابق بھی اس عمل کو معتبر قرار دینا ممکن نہ ہو"۔

"ومنهم من قال: لا يلفق بحث يتركب حقيقة ممتنعة عند الإمامين قيل: الممنوع أن يتركب حقيقة ممتنعة في مسألة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب ثم خرج منه الدم السائل"[٤].

"بعض فقہاء کرام رحمہ اللہ نے فرمایا: اس طرح تلفیق نہیں کی جائے گی کہ اس سے ایسی حقیقت مرکب پیدا ہو جائے جو دونوں اماموں کے نزدیک ممنوع ہو، کہا گیا: ممنوع ایسی حقیقت کا مرکب ہو جانا ہے جو ایک ہی مسئلہ میں ممتنع ہو، مثلاً بلا ترتیب کے وضو کرنا، پھر اس متوضی سے بہنے والا خون نکلے"

اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ دو مسئلوں میں دو مسالک کے جمع کرنے کے حوالہ سے وضاحت فرماتے ہیں:

"جبکہ دو مسئلوں میں اگر اس طرح کی صورت پیدا ہو جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے، جیسے کسی نے شافعی مسلک کے مطابق ناپاک کپڑے کو پاک کیا اور پھر اسے پہن کر حنفی مسلک کے مطابق نماز ادا کی، تاہم اس صورت کے بارے میں صحیح بات یہ ہے، کہ یہ کہا جائے کہ اس میں غور و فکر کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر اس قید سے یہ مقصد ہے کہ عمل کرنے والے نے جو بھی کیا ہے وہ بحیثیت مجموعی اتفاق سے خارج نہ ہو، تو یہ صورت حال دونوں مسئلوں میں موجود ہے، اور اگر مقصد یہ ہے کہ صرف یہ مسئلہ اجماع سے خارج نہ ہو تو اس سے بہتر شرط یہ ہے، کہ وہ مسئلہ ایسا ہو، جس میں اجتہاد کرنا درست اور ممکن ہو[5]۔

آخر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بطور خلاصہ کے ایک اہم بات تحریر فرماتے ہیں:

اس سارے معاملہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ ایک امام کی رائے کو چھوڑ کر دوسرے امام کی رائے اختیار کرنے میں احکام شریعت پر بہتر طریقے سے عمل کرنا مقصود ہو، نہ کہ ذاتی خواہش کارفرما ہو، اور عمل سے فرار کی نیت ہو"[6]۔

شاہ صاحب کی اس بنیادی بات کا حاصل یہی ہے کہ ایک امام کی بجائے دوسرے امام کی رائے کو اختیار کرنے کا مقصد اگر یہ ہو کہ اس سے آدمی دین پر بہتر طریقے سے عمل کر سکتا ہے، تو اس کا یہ عمل قابل تحسین ہے، اور اگر اس سے مقصود، تن آسانی راہ عمل سے فرار اور اتباع نفس ہو تو یہ ناجائز ہے، اس کی مزید توضیح کے لیے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"يكونون في وقت يقلدون من يفسده وفي وقت يقلدون من يصححه بحسب الغرض والهوي ومثل هذا لا يجوز باتفاق الأئمة، ...إلى أن قال... ونظير هذا أن يعتقد الرجل ثبوت شفعة الجوار إذا كان طالبا لها وعدم ثبوتها إذا كان مشتريا فإن هذا لا يجوز بالاجماع... ولو قال المستفتي المعين: إنا لم أكن أعرف ذلك

وأنا من اليوم التزم ذلك، لأن ذلك يفتح باب التلاعب بالدين وفتح الذريعة إلى أن يكون التحليل والتحريم بحسب إلا هواء[7].

ایک وقت میں تو اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے، اور دوسرے وقت میں اس امام کی جو اسے درست قرار دیتا ہے، محض ذاتی غرض اور خواہش نفس کی بناء پر اور اس طرح کا طرز عمل تمام ائمہ کے اتفاق کے ساتھ ناجائز ہے، پھر لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جب خود شفعہ کرے تو "شفعۃ الجوار" (پڑوسی کے لیے حق شفعہ) کا اعتقاد رکھے، اگر خود خریدار ہو تو اس کے ثابت نہ ہونے کا معتقد بن جائے تو ایسا عمل بالا جماع ناجائز ہے، اور اگر خاص مستفتی یہ کہے کہ پہلے مجھے اس مذہب کی خبر نہ تھی اور میں آج سے اس کا پابند ہوں تو اس کا یہ قول معتبر نہیں کیوں کہ وہ دین کے ساتھ کھیلنے کا دروازہ کھولتا ہے، اور اس کا سبب بنتا ہے، کہ حرام اور حلال کا مدار صرف خواہشات پر ہو کر رہ جائے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جامعیت کے ساتھ اس موضوع پر قاموس الفقہ میں گفتگو کی ہے، ہم اختصار کے ساتھ اس بحث کے کچھ حصہ کو یہاں نقل کرتے ہیں:

ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف جزوی عدول کی ایک صورت "تلفیق" ہے، "تلفیق" سے مراد ایک ہی عمل میں دو مسئلوں میں دو مختلف فقہاء کی رائے کو اس طرح قبول کرنا ہے، کہ بحیثیت مجموعی وہ عمل ان دونوں میں سے کسی کے نزدیک بھی درست قرار نہ پاتا ہو۔

اگر دو علٰحدہ مسئلوں میں مختلف فقہاء کی رائے پر عمل کیا جائے، گو وہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک اور وابستہ ہوں تو اس کا شمار تلفیق میں نہ ہوگا، مثلاً فقہ شافعی کے اصول پر کپڑے پاک کئے اور فقہ حنفی کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کی تو گو کپڑے کی پاکی فقہ حنفی میں اور نماز کی صحت فقہ شافعی میں تسلیم شدہ نہ ہو، پھر بھی یہ عدول درست ہوگا۔

اسی طرح اگر ایک ہی مسئلہ میں دو الگ الگ مواقع اور اوقات پر مختلف فقہاء کی تقلید کی، تب بھی مضائقہ نہیں، مثلاً ایک دن ایک فقہ کے مطابق نماز ادا کی، دوسرے دن دوسری فقہ کے مطابق:

أما لو صلى يوما على مذهب وأراد أن يصلى يوما أخر على غيره فلا يمنع منه[8].

عبادات میں "تلفیق" کی مثال یہ ہے کہ مثلاً وضوء میں اعضاء وضو کو ملنا امام مالک رحمہ اللہ کے یہاں فرض ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں فرض نہیں، اور عورت کو بلا شہوت چھولینا امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں ناقض وضو ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں، اب کوئی شخص اعضاء وضو کو ملے بغیر دھوئے اور کہے کہ وہ شوافع کی رائے پر عمل کر رہا ہے، اور عورت کو بلا شہوت چھولے اور وضو نہ کرے کہ وہ مالکیہ کی رائے اختیار کرتا ہے، تو بحیثیت مجموعی اس کا وضو نہ مالکیہ کے یہاں درست ہوا اور نہ شوافع کے یہاں باقی رہا، امام شافعی رحمہ اللہ کے یہاں بالغہ لڑکی کا نکاح ولی کی شرکت کے بغیر نہیں ہو سکتا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بغیر ولی کے وہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے یہاں نکاح کے لیے

گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے یہاں مہر نہ ہونے کی شرط لگادی جائے تو نکاح درست نہیں ہوگا، احناف وشوافع کے یہاں ہو جائے گا، اگر ایک شخص بغیر ولی کے، بغیر گواہوں کے اور بغیر مہر کے نکاح کرتا ہے، اور ہر مسئلہ میں اس فقیہ کی رائے کو قبول کرتا ہے، جس کی رو سے اس کا نکاح درست ہو جائے تو یہ "تلفیق" ہے[9]۔

تلفیق کا حکم:

"الموسوعۃ الفقهیۃ" میں "در مختار" کے حوالہ سے تلفیق بین المذہب کا حکم اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

إن الحكم الملفق باطل بالإجماع اتفاقا، وهو المختار في المذهب، لأن التقليد مع كونه جائزا، فإن جوازه مشروط بعدم التلفيق"[١٠].

"تلفیق شدہ حکم بالاجماع وبالاتفاق باطل ہے، اور یہی مذہب میں مختار ہے، اس لیے کہ تقلید اگرچہ جائز ہے، لیکن اسکا جواز عدم تلفیق کے ساتھ مشروط ہے"۔

اس سے قبل علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا جاچکا ہے: ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الآئمۃ۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "مقدمہ اعلاء السنن" میں تلفیق پر بڑی خوبصورت اور محققانہ بحث فرمائی ہے، بعنوان "التحقیق فی التلفیق" بحث کے آخری عنوان "بطلان الحکم الملفق متفق علیہ" کے آخر میں بطور "ماحاصل" کے لکھتے ہیں:

قلت وهذا يرشد إلى أن بطلان الملفق متفق عليه في مذهب أبي حنيفة والشافعي وأحمد وعن مالك فيه روايتان: أصحهما جوازه، ولا يبعد أن يقال: أصحهما ما وافق عليه الجمهور، دون ما خالفهم والله تعالى أعلم[١١].

"میں کہتا ہوں یہ عبارت آپ کے لیے اس بات کی طرف راہنما ہے کہ تلفیق شدہ عمل کا بطلان ان مذاہب ثلاثہ میں متفق علیہ ہے، اور امام مالک سے دو روایات ہیں، اور اصح روایت جواز کی ہے، اور یہ بات بھی بعید نہیں ہے، کہ امام مالکؒ کی اصح روایت وہ ہو جو جمہور کے موافق ہے، نہ کہ جمہور کے خلاف والی روایت، واللہ تعالی اعلم۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے اپنی معروف کتاب، اصول الافتاء وآدابہ "میں "افتاء بمذہب الغیر" کے عنوان کے تحت اس کی پانچ شرائط کو ذکر فرمایا، اور پانچویں شرط یہ ذکر فرمائی کہ:

أن يؤخذ ذلك المذهب بجميع شروطه المعتبرة فيه، لئلا يؤدي ذلك إلى التلفيق في مسألة واحدة، ومن المناسب أن نذكر هنا بعض التفصيل في مسئلة التفليق.

"یعنی دوسرے مذہب اس کی تمام معتبر شرائط کے ساتھ لیا جائے تاکہ ایک نئی مسئلہ میں تلفیق لازم نہ آئے، مناسب ہے کہ مسئلہ تلفیق کی کچھ تفصیل ذکر کردی جائے"۔

اس عبارت کو یہاں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ "افتاء بمذہب الغیر" اور تلفیق فی المذاہب ایک چیز نہیں ہے، بلکہ افتاء بمذہب الغیر کی ایک شرط عدم التلفیق فی مسئلۃ واحدۃ ہے، اور درحقیقت یہ دونوں بھی شرعی تیسر اور رخصت کی اقسام ہیں۔

بحث کے آغاز میں تلفیق کی تعریف، امثلہ تلفیق کے جواز عدم جواز، اور جانبین کی ادلہ کو ذکر کرنے کے بعد، تلفیق کے بارہ میں بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

والذي يظهر لي، والله سبحانه أعلم، أن المنع من التلفيق هو الراجح لأن الذي اتفق عليه الجميع أن التلاعب بالمذاهب بالتشهي اتباع للهوى، وهو ممنوع بنص القرآن الكريم، قال الله سبحانه وتعالى:

فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله إن الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب.[١٢]

ولئن فتح باب التلفيق بمصراعيه لأدى ذلك إلى اتباع الهوى وانحلال ربقة التكليف[١٣].

واللہ سبحانہ اعلم، میرے لیے جو بات واضح ہوئی وہ یہ کہ تلفیق سے منع کرنا ہی راجح ہے، اس لیے کہ جس بات پر تمام فقہاء کرام متفق ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنی خواہش نفسانی کی خاطر مذاہب کو کھلواڑ بنانا، یہ تو نفس پرستی ہے، اور یہ نفس پرستی قرآن کرام کی تصریح کے مطابق ممنوع ہے، اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد گرامی ہے:

"لہذا تم لوگوں کے درمیان برحق فیصلے کرو، اور نفسیاتی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی، یقین رکھو جو لوگ اللہ تعالی کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے، کیوں کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا تھا۔

اور اگر تلفیق کے دروازے کو چوپٹ کھول دیا جائے تو اس کا حاصل، نفس پرستی شرعی پابندیوں سے آزادی ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک عبارت نقل کی ہے، جو درحقیقت حضرت تھانوی کی کتاب حیلہ ناجزۃ کا ایک حاشیہ ہے، جس کا عنوان اعدل الاقوال فی التلفیق عند الضرورۃ ہے حیلہ ناجزہ کے حاشیہ میں حضرت تھانوی لکھتے ہیں:

اور ایک شرط مذہب غیر پر عمل کرنے کی جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تلفیق خارق اجماع نہ ہو حتی کہ صاحب در مختار نے اس پر اجماع بایں الفاظ بیان کیا ہے ان الحکم الملفق باطل بالاجماع اور اس شرط کی تفاصیل و قیود میں کلام طویل اور اختلاف کثیر ہے جس کو ایک مستقل رسالہ التحقیق فی التلفیق میں ضبط کر کے اعلاء السنن کی کتاب البیوع کے مقدمہ کا جزؤ بنا دیا گیا ہے، اور ہمارے نزدیک ان اقوال مختلف میں سے یہ قول اعدل الاقوال ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو، اور دو عمل جداگانہ ہوں تو ان میں تلفیق کی اجازت دی جائے گو ظاہراً اخلاف اجماع لازم آتا ہو مثلاً کوئی شخص بے ترتیب وضو کرے تو شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں اور کوئی شخص ربع راس سے کم پر مسح کرے تو

حنفیہ کے نزدیک وضو نہیں ہوتا پس اگر کوئی شخص اس طرح وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور مسح کرے ربع راس سے کم کا تو کسی کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا۔ اور یہ تلفیق خارج اجماع ہے اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہرا اس صورت میں بھی خارج اجماع لازم آتا ہے، کہ وضو شافعیہ کے مذہب پر ہی اور نماز حنفیہ کے مذہب پر مگر وضو جدا عمل ہے اور نماز جدا، اس واسطے یہ تلفیق منع نہیں مگر تاہم احتیاط اور نظر رکھ کر اصل رسالہ ہذا میں تلفیق کی دوسری قسم سے بھی بچاؤ رکھا ہے"[14]۔

مسئلہ تلفیق میں آراء کی کثرت، ادلہ کے تنوع، ائمہ اور فقہاء کرام کے اختلاف اور متاخرین کی ابحاث نے اس مسئلہ کو پیچیدہ بنادیا ہے، عام قاری، باحث بلکہ ایک محقق جب اس متنوع جہات والی اس بحث کا مطالع کرتا ہے، تو آراء وادلہ کے تنوع اور تکثیریت سے اس کے فکر و فہم کے زاویے باہم الجھ الجھ جاتے ہیں لیکن حقیقت ہے کہ "حیلہ ناجزہ" کے مذکورہ حاشیے اصول الافتاء کی اصول الافتاء کے خلاصہ اور التحقیق فی التلفیق کی تلخیص نے مسئلہ کی تفہیم میں فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے تلفیق پر بحث کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے: "تاہم موجودہ حالات میں حرص و ہوس اور اتباع نفس کا جیسا کچھ غلبہ ہے، اسکا تقاضا یہی ہے، یہ تلفیق کی ایسی کھلی چھٹری نہ دی جائے، ہاں: کہیں کسی مسئلہ میں اجتماعی دقت پیدا ہو جائے، ایک فقہ سے دوسری فقہ کی طرف عدول ضروری ہو جائے، اور صورتحال یہ ہو کہ تلفیق سے بچ کر اس کا حاصل کرنا مشکل ہو تو علماء اور اصحاب افتاء اجتماعی غور و فکر کے ذریعہ ایسے مواقع پر اس نقطہ نظر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں"[15]۔

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے ۱-۷ محرم ۱۴۱۴ برونائی دار السلام میں منعقدہ اپنے ایک اجلاس میں بعنوان "الاخذ بالرخصۃ وحکمہ" میں ایک قرارداس پاس کی، جس میں تلفیق سے متعلق انتہائی اہم معلومات ذکر کی گئی ہیں جو در حقیقت تلفیق کی تعریف شرائط اور موانع کا انتہائی جامعیت اور اختصار کا مرقع ہے، ملاحظہ فرمائیں:

۱- رخصت شرعی: رخصت شرعی وہ احکام ہیں جو عذر کی وجہ سے مکلف افراد سے تخفیف کی خاطر حکم اصلی کو واجب کرنے والے سبب کے قیام کے ساتھ مشروع ہوں۔

شرعی رخصتوں کے جب اسباب پائے جائیں تو ان کو اختیار کنے کی مشروعیت میں اختلاف نہیں ہے، بشرط کہ ان ے دواعی اور محر پائے جائیں، اور ان رخصتوں کے لیے مقرر شرعی ضوابط کے ساتھ ساتھ ان رخصتوں کے مواضع پر اکتفاء کیا جائے۔

۲- فقہی رخصتوں سے مراد: کسی امر میں ایک مبیح مذہبی اجتہادات کے مقابلہ میں دوسری مانع مذہبی اجتہادات کا پایا جانا۔

فقہاء کی رخصتوں کو اختیار کرنا: اس کا مطلب ہے کہ فقہاء کرام کے اقوال میں سے اخف کی اتباع، بند نمبر ۴ میں آنے والے ضوابط شرعیہ کے تحت جائز ہے۔

۳- قضایا عامہ میں رخصتوں کے ساتھ مسائل فقہیہ اصلیہ کا سا معاملہ کیا جائے گا، جب یہ شرعاً معتبر مصلحت کو ثابت کرنے والی ہوں، اور اس اجتہادی اجتہاد سے صادر ہوں جس اجتماعی اجتہاد کرنے والوں میں اختیار وانتخاب کی اہلیت موجود ہو، اور وہ تقوی اور علمی امانت سے متصف ہوں۔

۴- فقہی مذاہب کی سہولتوں کو محض خواہش نفسانی کی خاطر اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کا نتیجہ شرعی احکام کی پابندی سے آزادی ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل ضوابط کی رعایت رکھتے ہوئے کسی فقہی مذہب میں دی گئی سہولت کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

الف) جن فقہاء کا قول اختیار کیا جارہا ہے، وہ قول معتبر اور اقوال شاذہ میں سے نہ ہو، اس قول کو اختیار کرنا کسی حقیقی مشقت کو دور کرنے کے لیے واقعۃً ضروری ہو گیا ہو۔

ب) خواہ یہ ضرورت معاشرے کی حاجت عامہ یا خاصہ کی شکل میں ہو یا انفرادی ضرورت کی صورت میں۔

ج) ایسے قول کو اختیار کرنے والا ایسے اہل علم میں سے ہو جو اقوال فقہاء میں انتخاب کی صلاحیت رکھتا ہو، یا ایسا شخص ہو جو کسی ایسے شخص پر اعتماد کر رہا ہو۔

د) سہولت پر مبنی قول کو اختیار کرنے سے وہ تلفیق لازم نہ آئے جو ممنوع ہے، اور جس کا ذکر فقرہ نمبر ۶ میں آرہا ہے۔

ہ) سہولت پر مبنی قول کو اختیار کرنے سے کوئی غیر مشروع مقصد پورا کرنا مطلوب نہ ہو۔

و) اس سہولت کو اختیار کرنے پر متعلقہ شخص کا ضمیر مطمئن ہو۔

۵- مختلف مذاہب کی تقلید میں تلفیق کی حقیقت یہ ہے، کہ تقلید کرنے والا کسی ایک ایسے مسئلہ میں، جس کی دو یا زیادہ باہم ربط رکھنے والی فروع وجزئیات ہوں، کسی ایسی کیفیت کو اپنالے کہ اس مسئلہ میں اس نے جن فقہاء کی تقلید کی ہے کوئی بھی اس کا قائل نہ ہو۔

۶- تلفیق کرنا مندرجہ ذیل حالات میں ممنوع ہے:

الف)۔۔۔جب اس کا نتیجہ محض خواہش نفسانی کی خاطر سہولت حاصل کرنا ہو، یا فقہی مذاہب کی سہولتوں سے استفادہ کے جو قواعد فقرہ نمبر ۴ میں ذکر ہوئے، ان میں سے کسی ضابطے کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

ب)۔۔۔جب اس سے کسی قاضی کے فیصلے کو مسترد کرنا لازم آئے۔

ج) جب کسی معاملے میں کسی مجتہد کی تقلید کرتے ہوئے ایک عمل کر چکا ہو اور اب دوسرے مجتہد کا قول لے کر اسے توڑنا چاہتا ہو۔

د) جب تلفیق کے نتیجے میں اجماع کی مخالفت کی جائے، یا کوئی ایسا راستہ اختیار کیا جائے جو اجماع کی مخالفت کو مستلزم ہو۔

ہ) جب تلفیق کے نتیجے میں کوئی ایسی مرکب حالت وجود میں آجائے جو مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک بھی معتبر نہ ہو[16]۔

تلفیق کے جواز وعدم جواز کے بارہ میں بطور "خلاصہ "ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

**والخلاصة:**

إن ضابطة جواز التلفيق وعدم جوازه، هو أن كل ما افضى إلى تقويض دعائم الشريعة، والقضاء على سياستها وحكمتها، فهو محظور وخصوصا الحيل الشرعية الممنوعة، وإن كل ما يؤيد دعائم الشرعية، وما ترمي اليه حكمتها وسياستها لا سعاد الناس في الدارين بتيسير العبادات عليهم، وصيانة مالحهم في المعاملات فهو جائز مطلوب"[١٧].

"خلاصه: جواز وعدم جواز تلفیق کا ضابطہ یہ ھی کہ ہر وہ تلفیق جس کا نتیجہ شریعت کی ستونوں کو منہدم کرنا، شریعت کي حکمت وسیاست کی خلاف فیصلہ کرنا ہو، تو وہ ممنوع حیلے، اور ہر وہ تلفیق جو شریعت کے ستونوں کو مضبوط کرے، لوگوں کی عبادات میں یسر وسہولت پیدا کرکے اوران کے معاملات میں ان کے مصالح کا تحفظ کرکے، دونوں جہانوں میں لوگوں کو سرخرو کرنے کے لیے، شریعت کی حکمت وسیاست تک پہچائے تو ایسی تلفیق جائز بلکہ مطلوب ہے"

مجمع الفقہ الإسلامی جدہ کی اس سے متعلق تفصیلی بحث سینکڑوں صفحات پر موتیوں کی طرح بکھری ہوئی ہے، جو یقینا نوادرات علمیہ پر مشتمل ہے، یہاں صرف ایک مختصر اور اہم عبارت جو ہمارے "عنوان" سے متعلق ہے، نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

التلفيق الممنوع: وهو على ثلاثة أنواع:

التلفيق الممنوع ثلاثة أنواع: تتبع الرخص عمدا، والذي يستلزم نقض حكم الحاكم، والذي يستلزم الرجوع عن الحكم بعد العمل به أو بعد الأمر اللازم لأمر آخر مجمع عليه[١٨].

"تلفیق ممنوع کی تین اقسام ہیں: ۱- عمدا رخصتوں کا تتبع، ۲- وہ تلفیق، جس سے حکم حاکم کا نقض لازم آئے، ۳- وہ تلفیق جس پر عمل کے بعد، حکم سے رجوع کرنا لازم آئے یا کسی دوسرے متفق علیہ امر کے لیے کسی لازم امر کے بعد اس سے رجوع کرنا لازم آئے"۔

**جواب ۴:**

تلفیق سے متعلق گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ تلفیق پر جن حضرات نے بحث کی ہے، ان حضرات نے "تلفیق ممنوع" کی جو امثلہ ذکر کی ہیں، وہ مختلف مذاہب کے درمیان تلفیق کی ہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ

محدث دہلوی رحمہ اللہ، حضرت تھانوی رحمہ اللہ، علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مفتی سیف اللہ خالد رحمانی، اور مفتی محمد تقی عثمانی جیسے عباقرہ نے تلفیق ممنوع کی امثلہ میں دو مختلف مذاہب کے درمیان تلفیق کو ذکر فرمایا ہے، جبکہ ایک ہی مذہب کے دو اقوال کو جمع کرنے کی ممانعت کو کسی نے "تلفیق ممنوع" کے تحت ذکر نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ تلفیق جائز ہے، اور ہمارے تکافل سے متعلق زیر نظر اشکال میں یہی تلفیق ہے، جو جائز ہے۔

**جواب۵:**

اس مسئلہ پر تحقیق اور بحث کرنے والے محققین اور باحثین نے جہاں "التلفیق الممنوع" کا عنوان قائم کیا ہے، وہاں "التلفیق الجائز" کے عنوان کے تحت بھی اس کے جواز کی صورتیں ذکر فرمائی ہیں، یعنی تلفیق بالکلیہ حرام اور ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس کی جائز صورتیں بھی ہیں، ضرورت کی وجہ بالشرائط فقہاء کرام نے تلفیق کو جائز قرار دیا ہے۔

ہم بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیں کہ تلفیق ممنوع و محظور ہے، اور کچھ دیر کے لیے یہ بھی مان لیں کہ ایک مسلک کے دو ائمہ کرام کے اقوال میں بھی تلفیق ہوسکتی ہے، اور یہ بھی تسلیم کرلیں کہ اس مسئلہ زیر بحث میں بھی تلفیق ہوئی ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ فقہاء کرام رحمہ اللہ کے ہاں ضرورت اور حاجت کی وجہ سے، تلفیق جائز ہے، اور چونکہ معیشت واقتصاد کے اس دور عروج میں تکافل ایک اقتصادی وتمدنی اور معاشرتی ضرورت بن چکی ہے، جیسا کہ ہم نے مقالہ ہذا کی ابتداء میں عرض کیا تھا کہ بری اور بحری دونوں قسم کی انشورنس کا آغاز، ایک ضرورت کی بناپر ہی ہوا تھا، اور ایک ضرورت ہی ان کے آغاز کا سبب بنا، اور اب اس کے آغاز کے صدیوں بعد انسانی معاشرہ اپنی تمام تر ارتقائی منازل طے کر کے اپنے عروج اور بلندی پر پہنچ چکا ہے، اس لیے اب اس کی ضرورت میں پہلے کی بنسبت کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے، اس لیے ہمارے خیال میں کوئی بھی احوال زمانہ سے باخبر انسان اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کرسکتا، انشورنس کے بارہ میں لکھنے والے ہمارے اکابر نے بھی اس کی ضرورت واہمیت کا انکار نہیں کیا، بلکہ باقاعدہ محنت سے اسکا اسلامی متبادل پیش کیا ہے، جو اس کی اہمیت پر شاہد ہے، اس لیے اس اہم اقتصادی وتجارتی اور تمدنی ومعاشرتی ضرورت کے تحت یہ تلفیق "التلفیق الجائز" کے عنوان کے داخل ہے۔

پھر جبکہ اس تلفیق کا جواز، خود فقہ حنفی کے ہی اجلہ ائمہ اور فقہاء کرام سے منصوص ومصرح ہے، پھر اس مسئلہ میں ضرورت کی وجہ سے تسہیل وتخفیف لابدی امر ہے، ائمہ حنفیہ کے اقوال وآراء تنبیہ کے عنوان کے تحت آیا ہی چاہتے ہیں۔

اس دور میں تکافل وتامین ایک ضرورت بن چکی ہے، اس کے لیے ہم علماء عرب کے استاد وشیخ، اور اقتصادیات پر قابل قدر کام کرنے والی مشہور ومعروف شخصیت شیخ مصطفی احمد زرقاء کی کتاب کے ایک اقتباس کو پیش کرتے ہیں:

مدى تغلغل التأمين التعاقدي في هذا العصر:

لا يكون مبالغا من يقول إن التأمين التعاقدي قد انتشر في هذا العصر بجميع أنواعه الثلاثة (التأمين على الأشياء، ومن المسئولية وعلى الحياة) إنتشارا يصلح به أن بعد اليوم من سمات هذا العصر ومميزاته في طريق التعامل فيقال عصر التأمين كما يقال عصر الكهرباء وعصر السرعة، فقلما يوجد فرد من الناس أو مجموعة في صورة شركة أو جمعية لا يكونون مرتبطين بأحد أنواع التأمين المذكورة إما بالالتزام القانوني كالتأمين على السيارة من المسؤلية تجاه الغير، وتأمين شركات الطيران على طائراتها وعلى حياة ركابها، وإما بمحض الاختيار من ذوي المصالح بمختلف أنواعها، كالتأمين الشامل على السيارات التي يكاد يصبح عددها في كل بلد نصف أو ربع عدد سكانه، إذا أصبحت حاجة الناس إليها في مواصلاتهم كحاجة الإنسان إلى الحذاء وبنسبة كثرتها تكثر الأخصار منها وعليها وكالتأمين على المتاجر والمصانع والمباني الضخمة من الحريق، وكالتأمين على المجوهرات وعلى التحف الفنية الثمنية، وعلى الأثريات النادرة وسائر العاديات القديمة من السرقة والحريق فلا يوجد متحف في العالم اليوم غير مؤمن على موجوداته التي تتجاوز قيمها حدود التصور، ولا يوجد حديقة حيوان أو ملعب (سيرك) غير مؤمن على حيواناتها النادرة الثمنية، وإن المسالك التي تغلغل فيها التأمين لا تحصى، ولولا هذه التأمينات لكانت كل من هذه الجهات معرضة لمخاطر تجر أضرارا وخسائر ما حقه[۱۹].

اس شخص کی بات میں کوئی مبالغہ نہیں جو یہ کہتا ہے کہ تامین تعاقدی (معاہدہ والی انشورنس) اپنی تینوں اقسام (تامین الاشیاءن تامین مسؤلیت، اور تامین حیات) کے ساتھ اس زمانے میں اس قدر پھیل چکی ہے، کہ تعامل کے اعتبار سے انشورنس اس دور کی علامت اور امتیاز بن چکی ہے، سو کہا جاتا ہے، عصر التامین انشورنس کا زمانہ جیسا کہ کہا جاتا ہے عصر الکہرباء بجلی کا زمانہ ار عصر السرعۃ تیزی کا زمانہ (یعنی زمانہ ہی ان کی طرف منسوب ہو جاتا ہے، مترجم) بہت کم کوئی فرد یا پھر کمپنی یا تنظیم کی صورت میں کوئی گروپ ملے گا جو تامین کی ان مذکورہ تین اقسام میں سے کسی کے ساتھ مرتبط ارو متعلق نہ ہو، یاتو تامین قانونا لازم ہے جیسے گاڑی کی انشورنس یعنی دوسرے کے مقابلہ میں مسئولیت، ایئر لائنز کمپنیوں کی اپنے جہازوں اور اپنے مسافروں کی انشورنس یا پھر یہ انشورنس مختلف قسم کے مصالح کی وجہ سے اہل مصالح، محض اپنے اختیار سے کراتے ہیں جیسے گاڑیوں کی انشورنس جن گاڑیوں کی تعداد ہر شہر میں اس شہر کے باسیوں کی کل تعداد کا نصف یا ربع ہوتی ہے ٹرانسپورٹ اور آمد ورفت میں گاڑیوں کی ضرورت اسی طرح ہے جس طرح لوگوں کو جوتے کی ضرورت ہوتی ہے، اور انکی کثرت کے تناسب سے ان سے اور ان پر خطرات بھی زیادہ ہو جاتے ہیں اور جیسے مارکیٹوں فیکٹریوں اور بڑی عمارتوں کی جلنے سے انشورنس جیسے جیولری قیمتی فنی عجائب و تحائف نادر آثار قدیمہ، اور قدیم زمانوں کی باقیات کی چوری اور جلنے سے انشورنس آج دنیا میں کوئی بھی عجائب گھر نہیں ملتا جو اپنے اثاثوں پر بے خوف ہو، جن اثاثوں کی مالیت حدود تصور سے بھی متجاوز ہے کوئی چڑیا گھر یا سیر گاہ اپنے قیمتی اور نادر حیوانات پر بے خوف نہیں ہے وہ جہات اور راستے جن میں تامین کا چرچا ہے وہ لا محدود ہیں اور

اگر یہ انشورنس نہ ہوتی تو یہ تمام جہات معرض خطرات میں ہوتیں جو نقصانات کو کھینچ لاتیں اور مٹا دینے والے خساروں کے محل میں ہوتیں۔

عالم عرب کے معروف علمی شخصیت اور مشہور مصنف ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر ہیں، جو "مجمع البحوث الاسلامیہ" کے رکن اور المرکز الاسلامی لندن اور واشنگٹن کے مدیر بھی رہے ہیں، وہ عقود التامین وا لتکافل کے تحت تکافل وتامین کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"تامین موجودہ زمانہ میں معاشرہ کی ضرورتوں میں اسک ضرورتیں گئی ہے، اور تامین کی ضرورت اس کے "وظائف" کی اہمیت کی وجہ سے ہے، اس دور میں خطرات بڑھ گئے ہیں کہ کوئی بھی انسان اپنی زندگی مال اور خاندان پر بے خوف نہیں ہے جب تک کہ وہ ان مشروع وسائل پر مطمئن نہ ہو جن کے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور ضرورات یہ محظورات اور ممنوعات کو جائز کردیتی ہے، جب ضرورت پائی گئی تو ضرورت کے وجود کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال مباح ہو جائے گا جو ان ضرورات کو پورا کردے اور اس میں کوئی گناہ بھی نہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه. (البقرة: ۱۷۳)

اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ تامین کے جواز پر کوئی شبہ ہے، تو اس تامین کی پشت پر جو تیسیر اور نفع ہے، وہ لوگوں سے مشقت کو دفع کرنے، اور ان سے حرج کو رفع کرنے کی وجہ سے اسے جائز کردیتا ہے،

اور یہ بات معروف ہے کہ شریعت اپنے مقاصد میں بند ہے، حدود شرع میں رہتے ہوئے لوگوں کے مصالح جلب منافع اور مضرتوں کا دفعیہ مقصود ہے، تامین مین جلب منفعت بھی ہے، اور حوادث کے ضرر کو دفع کرنا بھی ہے، یہ تامین زیادت اطمینان ادخار (جمع پونجی) اور جان ومال پر طمانینت کا وسیلہ ہے یہ اہم مصالح ہیں جن کو اسلام انکار نہیں کرتا بلکہ اعتبار کرتا ہے۔

"تامین" تمام اطراف علام میں متعارف ہوچکی ہے، اور لوگ بے خوف ہو کر اس پر عمل کرتے ہیں یہ "عرف عام" بن چکا ہے، لوگوں کی ضرورت اس کی طرف داعی ہے اور اس پر گفتگو کی کثرت اس کے "انتشار" اور پھیلنے کی دلیل ہے اور عرف سے ثابت شدہ چیز یہ نص سے ثابت شدہ چیز کی طرح ہے، اگر تامین میں یہ "مصالح عامہ" نہ ہوتے تو علماء کرام اس میں اختلاف نہ کرتے[20]"۔

ہم نے صرف دو حوالے نقل کیے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر جس نے بھی قلم اٹھایا ہے، وہ اس کی ضرورت واہمیت سے انکار نہ کرسکا، جدید وقدیم قلم وکاروں نے اس کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے، خواہ موجودہ سودی انشورنس ہو یا تکافل ہو، ہر دو کی ضرورت مسلم ہے۔

تلفیق بین المذاہب کے عدم جواز کے قائلین اپنے دلائل میں اسے "اتباع ہوی" قرار دیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تکافل جیسی امت کی اجماعی ضرورت کا اتباع ہوی سے دور دور کا تعلق بھی نہیں ہیئۃ علماء کبار کا فتوی اسکے جواز کا ہے

جس میں وقت کے عظیم اولیاء اور بڑے بڑے عرب علماء کرام شامل ہیں مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی قرار دادیں اس کے جواز کی ہیں جس میں دسیوں ممالک کے ایک سو سے زائد عظیم فقہا کرام اور اتقیاد شامل ہیں جو اجتماعی اجتہاد کی اس دور میں بہترین مثال ہے مجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ نے بھی اس کے حق میں قرار داد منظور کی اور اس کے علاوہ بھی کئی مجامع ندوات اور لجان، فقہی اکیڈمیوں اقتصادیات کے اداروں اور عالمی معاشی مؤتمرات نے سیر حاصل بحث کرنے کے بعد اس تکافل کو مروجہ انشورنس کا اسلامی متبادل قرار دیا، ان اکابر علما، اتقیا، اور اصفیاء کی یہ قرار دادیں مطبوع و متداول ہیں۔

راقم الحروف اس تمام بحث تلفیق کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اگر سودی اور مروجہ انشورنس کے اسلامی متبادل کے لیے دو مختلف مذاہب کے درمیان تلفیق کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو امت یک اس اجتماعی اقتصادی معاشرتی اور اہم ضرورت کے تحت اس کی بھی اجازت ہونی چاہیے چہ جائیکہ ایک ہی مسلک کے دو اماموں کے اقوال کے مابین تلفیق کی جائے یہ دو اقوال بھی در حقیقت ان کے اپنے استاد محترم کے ہی دو قول ہوں۔

ہم جس تلفیق کی اجازت درپے ہیں اس میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، جن شرائط کے تحت مجوزین نے اس کی اجازت دی ہے، اور یہ تمام شرائط جامعیت کے ساتھ مجمع الفقہ اسلامی جدہ کی قرار داد میں مذکور ہیں جن کو ماقبل میں ہم ذکر کر آئے۔

ان شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں:

امت کی اس اجتماعی ضرورت کے تحت وقت کے علماء کرام، تلفیق کرتے ہیں تو یقینا یہ اتباع ہوی خواہش نفسانی کی پیروی اور تعلب بالدین نہیں ہے، کیونکہ یہ تلفیق کسی فرد نے اپنی ذاتی خواہش کی تسکین کے لیے نہیں کی، بلکہ یہ ایک اجتماعی اور عالمی ضرورت کے تحت امت کے فقہاء اور اتقیاء اجتماعی اجتہاد کی شکل میں کر رہے ہیں راقم الحروف کی نظر سے عدم جواز تلفیق کی جو مثالیں گزری ہیں جس فقہاء کرام نے اتباع ہوی قرار دیا ہے وہ کسی فرد کے اپنی ذاتی آسانی تن آسانی اور خواہش نفسانی کے تحت تلفیق کی ہیں، اجتماعی ضرورت کے تحت فقہاء کرام کی اجتماعی سورج کے عدم جواز کی کوئی مثال نہیں ملی، بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار میں اس زوایے سے کافی توسع ملا، طوالت کی وجہ سے اس سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

حاصل: یہ کہ اس اجتماعی فکر میں اگر تلفیق بین المذاہب کی ضرورت و حاجت پڑ جائے تو مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی قرداد میں مذکور تلفیق کے موانع سے احتراز کرتے ہوئے اس کی بھی گنجائش بلکہ جواز ہے اور اس اجتماعی فکر سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کی وہ ان موانع سے غافل ہوں گے۔

**بطلان تلفیق کا قول اور اس کا جواب:**

آپ نے ماقبل میں تلفیق کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ در مختار میں اسے بالاجماع باطل قرار دیا ہے۔

وقد جاء فی الدر المختار:

أَنَّ الْحُكْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ.[۲۱]

تلفیق کے بالاجماع باطل ہونے کا قول بہت مشکل ہے، دیگر مذاہب و مسالک کے علاوہ خود احناف کے اجلہ فقہاء کرام سے اس کا جواز منقول ہے، اس پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے بڑی زرخیز گفتگو کی ہے، ملاحظہ فرمائیں:[22]

"ساتویں صدی ہجری سے پہلے فقہاء کے یہاں "تلفیق کا کوئی ذکر نہیں ملتا، عام طور پر دسویں صدی ہجری کے متاخرین فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے۔[23]

حافظ ابن حجر نے "تلفیق" کے ممنوع ہونے پر اجماع نقل کیا ہے،[24] یہی بات علامہ شامی نے لکھی ہے: أَنَّ الْحُكْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ[۲۵] شیخ علی اجہوری شافعی نے[26] اور علامہ قرافی مالکی سے بھی تلفیق کی ممانعت نقل کی گئی ہے،[27] "تلفیق کی وجہ سے خرق اجماع کی نوبت پیش آتی ہے، مثلاً ایک شخص جسے قے ہوگئی ہو اور اس نے عورت کو چھو لیا تو احناف اور شوافع کا اتفاق ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا، احناف کے نزدیک قے کی وجہ سے اور شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے، اب اگر کوئی شخص "قے" کے مسئلہ میں شوافع کی اتباع کرے اور دوسرے مسئلہ میں احناف کی، تو اس شخص کے نزدیک وضو درست قرار پائے گا، حالانکہ اس شخص کا وضو ٹوٹنے پر دونوں فقہاء کا اجماع ہو چکا ہے، مگر یہ دلیل کئی وجوہ سے صحیح نظر نہیں آتی اول تو خرق اجماع سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک ہی مسئلہ میں دو رائے ہوں، کوئی تیسری رائے نہ کی جائے، یہاں دو الگ الگ مسئلہ میں ہیں، ایک قے کی وجہ سے نقض وضو اور دوسرے مس امراۃ کی وجہ سے نقض وضوء کا مسئلہ، دوسرے خرق اجماع اس وقت ہوگا جب کسی مجمع علیہ حکم کی خلاف ورزی کی جائے، یہاں دونوں مسئلے پہلے ہی سے مختلف فیہ ہیں، اس لئے "خرق اجماع" قرار دینے کے کوئی معنی ہی نہیں ہے، تیسرے اسباب کے اختلاف کے باوجود بحیثیت مجموعی کسی جزئیہ میں فقہاء کا اتفاق جس کو "اجماع مرکب" کہا جاتا ہے، محض احناف کے یہاں اجماع شمار کیا گیا ہے اور بھی اس اجماع کے درجہ اور حکم میں نہیں، جس پر "اتحاد سبب" کے ساتھ اتفاق کیا جائے۔

اور جہاں تک ابن حجر اور شامی کا دعویٰ ہے کہ تلفیق" کی حرمت پر اجماع ہے، تو یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ کس کو ثابت کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے خود شامی کی "تنقیح حامدیہ" سے نقل کیا ہے کہ شیخ طرطوسی اور ابو السعود اس کو جائز قرار دیتے تھے، یہی بات اب ابن نجیم جیسے بلند پایہ حنفی فقیہ نے بیع وقف کے ایک مسئلہ میں کہی ہے، بزازیہ میں بھی "تلفیق" کو جائز قرار دیا گیا ہے، ابن عرفہ مالکی اور علامہ عودی کی بھی یہی رائے منقول ہے، علامہ بیجوری اور شفشانی وغیرہ نے بھی اس مسئلے میں اختلاف نقل کیا ہے، اور جواز کو ترجیح دی ہے،[28] خاتم المحققین علامہ ابن ہمام کا رجحان بھی میرا خیال ہے کہ تلفیق کے جواز ہی کی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے بعض متاخرین سے تلفیق کی ممانعت نقل کی ہے، لیکن اس پر نہ اپنے رائے کا اظہار کیا ہے اور نہ اپنے مذاق مزاج کے مطابق اس پر دلائل قائم کئے ہیں، فرماتے ہیں،

وقیده متأخر بأن لا يترتب عليه ما يمنعانه فمن قلد الشافعي في عدم فرضية ( الدلك و قلد مالكافي عدم نقض اللمس بلا شهوة وصلى[۲۹]

امام قرافی نے قید لگائی ہے کہ ایسی صورت واقع نہ ہونے پائے جس کو دونوں ہی منع کرتے ہوں، جیسے کہ کوئی شخص وضوء میں جسم نہ ملنے میں امام شافعی کی اور بلا شہوت عورت کو چھونے کی وجہ سے وضوء نہ ٹوٹنے میں امام مالک کی تقلید کرے اور نماز ادا کرے۔

تحریر کے شارح امیر بادشاہ نے تلفیق کو جائز قرار دیا ہے، تلفیق کے مانعین کی دلیل اور رائے پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا الفارق لا نسلم أن يكون موجبا للحكم بالبطلان وكيف نسلم والمخالفة في بعض الشروط أهون من المخالفة في الجميع فيلزم الحكم بالصحة في الأهون بالطريق الأولى ومن يدعى وجود فارق أو وجود دليل آخر على بطلان صورة التلفيق على خلاف الصورة الأولى فعليه بالبرهان[۳۰]

"ہمیں تسلیم نہیں کہ یہ ایسا فارق ہے کہ حکم کے باطل ہونے کا باعث ہوگا اور اسے کیوں کر تسلیم کیا جائے جبکہ تمام شرطوں میں مخالفت، بعض شرطوں میں مخالفت سے کم تر ہے، لھذا اس کم تر مخالفت کی صورت میں بدرجہ اولی اس عمل کے درست ہونے کا حکم لگایا جانا چاہیے اور جس کا دعویٰ ہے کہ کوئی یا کوئی اور دلیل پہلی صورت کے خلاف تلفیق کے باطل ہونے پر موجود ہے تو اسے دلیل پیش کرنی چاہیئے"

یہی رائے شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی ہے، اور انہوں نے بڑی قوت اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے،[31]
مکمل تفصیل قاموس الفقہ میں التلفیق کے عنوان کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔[32]

اس مندرجہ بالا تفصیل اور تلفیق کے جواز کے بارہ میں مذکورہ مذاہب واقوال سامنے رکھتے ہوئے تلفیق کے بالاجماع باطل ہونے کا قول یقینا درست نہیں ہے۔

**ایک اہم وضاحت:**

تلفیق بین المذاہب اس وقت ناجائز ہے، جب وہ تلفیق دو مختلف اور متبائن مذاہب کے درمیان ہو اور اگر یہ تلفیق ایک ہی مذہب کے اصحاب کے اقوال کے درمیان ہو تو وہ ناجائز نہیں ہوگی ما قبل میں "فتاویٰ تنقیح الحامدیہ" کی عبارت جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں، اس کے بعد علامہ زین الدین قاسم کی عبارت ہے، جس میں علامہ قاسم نے توفیق الحکام فی غوامض الاحکام کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

أَنَّ الْحُكْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِإِجْمَاعِ المسلمين۔

کہ مذاہب سے تلفیق شدہ حکم باجماع المسلمین باطل ہے"۔

علامہ شامیؒ اسی حکم ملفق کے بطلان کا جواب دیتے ہوئے، اور اس کا حکم ملفق کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَأَقُولُ أَيْضًا )قَدْ يُوَجَّهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ الْحُكْمِ الْمُلَفَّقِ الَّذِي نَقَلَ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ أَنَّهُ بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ الْمُرَادَ بِمَا جَزَمَ بِبُطْلَانِهِ مَا إذَا كَانَ مِنْ مَذَاهِبَ مُتَبَايِنَةٍ كَمَا إذَا حُكِمَ بِصِحَّةِ نِكَاحٍ بِلَا وَلِيٍّ بِنَاءً

عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ وَبِلَا شُهُودٍ بِنَاءً عَلَى مَذْهَبِ مَالِكٍ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ مُلَفَّقًا مِنْ أَقْوَالِ أَصْحَابِ الْمَذْهَبِ الْوَاحِدِ فَإِنَّهَا لَا تَخْرُجُ عَنْ الْمَذْهَبِ فَإِنَّ أَقْوَالَ أَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَغَيْرِهِمَا مَبْنِيَّةٌ عَلَى قَوَاعِدَ أَبِي حَنِيفَةَ أَوْ هِيَ أَقْوَالٌ مَرْوِيَّةٌ عَنْهُ وَإِنَّمَا نُسِبَتْ إِلَيْهِمْ لَا إِلَيْهِ لِاسْتِنْبَاطِهِمْ لَهَا مِنْ قَوَاعِدِهِ أَوْ لِاخْتِيَارِهِمْ إِيَّاهَا[۳۳]

"میں کہتا ہوں کہ جس تلفیق شدہ حکم کے بارے میں علامہ قاسمؒ نے فرمایا کہ وہ بالاجماع باطل ہے، وہ یہ والا حکم ملفق نہیں ہے، کیونکہ علامہ قاسمؒ نے جس تلفیق شدہ حکمکے بطلان کا جزم کیا ہے، اس سے مراد وہ تلفیق شدہ حکم ہے جو مختلف مذاہب سے تلفیق شدہ ہو، جیسے بلا ولی کے نکاح کی صحت کا حکم لگایا جائے، بخلاف اس کے کہ جب تلفیق شدہ حکم ایک ہی مذہب کے اصحاب کے اقوال سے ملفق ہو تو یہ مذہب سے نہیں نکلتا، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور ان دونوں کے علاوہ کے اقوال در حقیقت امام صاحبؒ کے اقوال پر ہی مبنی ہیں۔ یا ان تلامذہ کے اقوال امام صاحب کی ہی روایتیں ہیں جو امام صاحب کی بجائے ان حضرات کی طرف اس وجہ سے منسوب ہیں کہ ان حضرات نے امام صاحب کے قواعد پر ہی ان روایات کا استنباط کیا ہے، یا پھر اس وجہ سے ان کی طرف منسوب ان تلامذہ نے ان روایات کو اختیار کیا"۔

خلاصہ: اس تمام تر عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ اگر تلفیق مذاہب مختلفہ سے عبارت ہو تو یہ تلفیق جائز نہ ہو گی اور اگر ایک ہی مذہب کے اصحاب کے اقوال سے تلفیق شدہ حکم ہو تو یہ تلفیق جائز ہے، باطل نہیں۔

اور تلفیق پر جن حضرات نے بحث کی ہے۔ ان حضرات نے "تلفیق ممنوع" کی جو امثلہ ذکر کی ہیں، وہ مختلف مذاہب کے درمیان تلفیق کی ہیں، علامہ ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت تھانویؒ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی سیف اللہ خالد رحمانی، اور مفتی محمد تقی عثمانی جیسے عباقرہ نے تلفیق ممنوع کی امثلہ میں دو مختلف مذاہب کے درمیان تلفیق کو ذکر فرمایا ہے، جبکہ ایک ہی مذہب کے دو اقوال کو جمع کرنے کی ممانعت کو کسی نے "تلفیق ممنوع" کے تحت ذکر نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ تلفیق جائز ہے۔

**خلاصۃ البحث:**

اس بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے:

۱۔ تلفیق کا مفہوم یہ ہے کہ "کسی ایسے کام اور عمل کو سرانجام دینا، جس میں چند مذاہب جمع ہوں یہاں تک کہ کسی مذہب کے مطابق بھی اس پر عمل کو معتبر قرار دینا ممکن نہ ہو۔

۲۔ ساتویں صدی ہجری سے پہلے فقہاء کے یہاں "تلفیق" کا کوئی ذکر نہیں ملتا، عام طور پر دسویں صدی ہجری کے بعد متاخرین فقہاء نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۔ تلفیق کے بالاجماع باطل ہونے کا قول درست نہیں ہے۔

۴۔ جس تلفیق کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے وہ تلفیق ہے جس کا ہم نے نمبر 1 میں ذکر کیا یعنی مذاہب متباینہ کے درمیان فی مسئلہ واحدۃ اور بلا ضرورۃ تلفیق ہو۔

۵- جو تلفیق بین المذاہب المتباینہ ہو، لیکن فی مسئلتین ہو وہ جائز ہے۔

۶- وہ تلفیق جو ایک ہی مذہب کے کئی اقوال کے درمیان ہو وہ بھی جائز ہے۔

۷- بوقت ضرورت وحاجت تلفیق بین المذاہب المتباینہ بالشرائط جائز ہے۔

۸- وہ تلفیق جس سے مقصود یہ ہو کہ اس سے شریعت پر اچھے اور بہتر طریقے سے عمل کر سکے وہ بھی جائز ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

**حوالہ جات (References)**

---

[1] الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص:۲۸۶

[2] أيضا، ص:۲۹۳

[3] معجم لغة الفقهاء، ص:۱۴۴

[4] دهلوي، أحمد بن عبد الرحيم المعروف بشاه ولي الله محدث دهلوي، عقد الجيد في إحكام الاجتهاد والتقليد، المطبعة السلفية قاهره، ۱۳۸۵ه، ج:۱، ص:۲

[5] عقد الجید مترجم، ترجمہ از ڈاکٹر محمد میاں صدیقی، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ص:۱۱۲

[6] ایضا، ص:۱۱۴

[7] فتاوي ابن تيميه، بيروت، دار الكتب العلمية: ۱۴۰۸، ج:۳، ص:۲۰۵

[8] رد المحتار، ص:۱۵، ج:۱

[9] رد المحتار ج:۲، ص:۵۳۲

[10] ایضا، ص:۲۹۴

[11] کراتشی، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، ۱۴۱۴ھ ج:۲۰، ص:۲۵۹

[12] ایضا، ص:۲۶

[13] أصول الإفتاء وآدابه، کراتشی، مکتبة معارف القرآن، ۱۴۳۲ھ، ص:۲۱۳

[14] حیلہ ناجزہ، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۹۷، حاشیہ، ۱۵-۱۶

[15] قاموس الفقہ، ج: ۲، ص: ۵۳۴

[16] الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج: ۷، ص: ۵۲۱۲

[17] أیضا، ج: ۱، ص: ۱۱۵

[18] مجلہ مجمع الفقہ الِاسلامی، الأخذ بالرخص الشرعیۃ وحکمہ، ج: ۸، ص: ۴۰

[19] نظام التامین وھو موقعہ في المیدان الاقتصادي بوجہ عام وموقف الشریعۃ منہ، الاقتصاد الِاسلامی، ص: ۳۹۷

[20] دراسات فی الاقتصاد الاسلامی والمعاملات المعاصرہ، ص: ۱۱۸

[21] ردالمحتار علی الدرالمختار: ۱/۳۸۳

[22] ایضا، ۱/۳۸۳

[23] وہبہ الزحیلی، ڈاکٹر، اصول الفقہ الاسلامی، ج، ۲ ص ۱۴۲

[24] ایضا

[25] ردالمحتار علی الدرالمختار: ۱/۳۸۳

[26] اصول الفقہ الاسلامی، ج ۲ ص ۱۴۳

[27] تیسیر التحریر، ج ۴، ص ۲۵۴، بحوالہ قاموس الفقہ

[28] اصول الفقہ الاسلامی، ج ۲، ۱۴۸-۱۴۹

[29] تیسیر التحریر ج ۴، ص ۳۷۱

[30] ایضا، ۱/۳۸۳

[31] عقدالجید، ص ۶۲-۶۳

[32] قاموس الفقہ، ج ۲ ص ۵۳۳-۵۳۴

[33] شامی، محمد امین، العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ، بیروت دارالمعرفۃ، الباب الاول فی وقف المریض ارضہ اودارہ ج: ۱، ص: ۱۰۹